عقل کی فضیلت اور اُس کی حقیقت

از حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی شیخ التفسیر والحدیث جامعہ اشرفیہ، لاہور

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین ۞ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَہِیْدٌ

بے شک اس میں البتہ نصیحت ہے، اس شخص کے لئے جس کا دل ہو یا وہ کان لگا کر سُنے اور وہ دل سے حاضر ہو یعنی متوجہ ہو۔

اس وقت جو آیت میں نے تلاوت کی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے قلب بول کر عقل مُراد لی ہے اور مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید نصیحت ہے۔ اس شخص کے لئے جس میں عقل ہو۔ اور اس عقل سے کام لے کہ اس کو توجہ سے سُنے اور غور کرے۔ تو چونکہ اس جگہ عقل کا ذکر ہے۔ اس لئے میرا ارادہ یہ ہے کہ عقل کی حقیقت اور فضیلت وغیرہ کچھ بیان کروں۔ سو عقل کی فضیلت تو مسلم ہے اور ایسی مسلم ہے کہ کسی بے عقل کو بھی اس میں کلام اور اختلاف نہیں، ظاہر ہے کہ ساری دنیا کا کارخانہ ہی عقل پر چل رہا ہے۔ تجارت کو دیکھئے تو اس میں عقل کی ضرورت ہے۔ اور صنعت وحرفت کا جائزہ لیجئے تو اس میں بھی عقل ہی کی بدولت کام چل رہا ہے اور زراعت اور کھیتی باڑی بھی عقل سے ہوتی ہے، اور علیٰ ہذا آخرت کا کارخانہ بھی عقل ہی سے چلتا ہے۔ ایک حدیث میں واقعہ آتا ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی جہاد سے لوٹے۔ کسی نے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا جو لوگ جہاد میں شریک ہوئے۔ اُن کا مرتبہ برابر ہے یا کچھ تفاوت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ باعتبار عقل کے تفاوت ہے۔ یعنی جن لوگوں کی عقل کم ہے۔ ان کا مرتبہ بھی کم ہے۔ اجر باعتبار عقل کے ملے گا۔ اور وجہ اس کی یہ ہے۔ کہ انسان کا ہر عمل عقل کے تابع ہوا کرتا ہے۔ اور اجر تابع عمل کے ہوتا ہے۔ تو گویا اجر تابع عقل کے ہوا۔ ایک اور روایت ہے۔ اور اگرچہ یہ روایت ضعیف ہے۔ مگر چونکہ متعدد طرق سے مروی ہے، اس لئے حسن کے درجہ میں آجائیگی روایت یہ ہے۔

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلَ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے سب سے

فَقَالَ لَہٗ اَقْبِلْ فَاَقْبَلَ ثُمَّ قَالَ لَہٗ اَدْبِرْ فَاَدْبَرَ ثُمَّ قَالَ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ مَا خَلَقْتُ خَلْقًا اَعَزَّ مِنْكَ بِكَ اٰخُذُ وَبِكَ اُعْطِیْ قَالَ الْعِرَاقِیُّ رَوٰی ھٰذَا مِنْ حَدِیْثِ اَبِیْ اُمَامَۃَ وَعَائِشَۃَ وَاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَالْحَسَنِ وَعِدَّۃٍ مِنَ الصَّحَابَۃِ كَذَا فِی الْاَتْحَاف صـ ۴۵۳ ج ۱

پہلے عقل کو پیدا فرمایا۔ اور اس سے خطاب فرما کر کہا کہ "اَقْبِلْ" یعنی سامنے منہ کر کے کھڑی ہو، وہ سامنے ہوئی۔ پھر فرمایا کہ "اَدْبِرْ" یعنی پیٹھ پھیر لے۔ اُس نے پیٹھ پھیر لی۔ پھر خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے عزت و جلال کی قسم ہے۔ میں نے تجھ سے زیادہ باعزت کوئی مخلوق پیدا نہیں کی، تیری ہی وجہ سے لوگوں سے میں پوچھ گچھ کروں گا۔ اور تیری ہی وجہ سے لوگوں کو عطا اور بخشش دوں گا۔

غرض نیک کام کرنے والوں کو ثواب اور اجر بھی عقل کی وجہ سے ملتا ہے۔ اور گناہوں کی سزا بھی اسی عقل کی وجہ سے ملتی ہے، بے عقلوں سے کوئی باز پرس نہ ہوگی۔

شیخ نجم الدینؒ نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ اس جگہ ایک تکوینی اور تقدیری مسئلہ کا بیان کرنا ہے، قیامت کے روز انسان دو گروہ ہوں گے۔ ایک اصحاب الیمین کا اور ایک اصحاب الشمال کا۔ جن لوگوں کے اعمال صالح ہوں گے۔ اُن کے نامۂ اعمال اُن کو داہنی طرف سے دیئے جائیں گے۔ اس لئے اُن کا لقب "اصحاب الیمین" ہوگا۔ اور جو لوگ نافرمان ہوں گے اُن کے نامۂ اعمال بائیں جانب سے دیئے جائیں گے۔ اور وہ "اصحاب الشمال" کہلائیں گے۔ در اصل قضا و قدر میں یہ بات طے ہو چکی تھی کہ کچھ لوگ نافرمان ہوں گے۔ اور کچھ فرمانبردار ہوں گے۔ اور یہ فرمانبرداری اور نافرمانی عقل کی وجہ سے ہوگی۔ اس لئے ان دونوں قسموں کو ظاہر کرنے کے لئے یہ ماجرا بنایا گیا۔ کہ کچھ عقلیں خدا کی طرف بڑھیں گی۔ کچھ دوڑ کر "جو السابقون السابقون" میں داخل ہوں گی۔ سابقین کو سابقین اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ خدا کی طرف دوڑ کر جاتے ہیں۔ اور کچھ آہستہ رفتار سے خدا کی طرف بڑھیں گے۔ وہ اصحاب الیمین ہوں گے۔ اور کچھ خدا کی طرف سے پشت پھیر لیں گی۔ وہ اصحاب الشمال ہوں گے۔ اور حدیث میں جو الفاظ ہیں وہ "اَقْبِلْ" اور "اَدْبِرْ" ہیں، اس لفظ اقبال اور لفظ ادبار میں اشارہ یہ ہے کہ جو عقل ہماری طرف متوجہ ہوگی وہ صاحب اقبال ہوگی اور جو ہماری طرف سے منہ پھیر لیگی وہ صاحب اِدبار ہوگی۔

نوشیروان نے اپنے وزیر بزرجمہر سے پوچھا کہ دنیا میں انسان کے لئے سب سے نافع اور سود مند کیا چیز ہے؟ کہا کہ عقل۔ اُس نے کہا کہ کسی کے پاس عقل نہ ہو تو کیا کرے۔ کہا کہ پھر اس کے احباب اور بھائی برادری ایسی ہو کہ جو اس کی پردہ پوشی کرے اور اس کی بے عقلی کو چھپائے۔ اس نے کہا کہ اگر یہ بھی نہ ہو تو کیا کرے۔ کہا کہ فَمَالٌ یَتَحَبَّبُ بِہٖ اِلَی النَّاسِ یعنی پھر اس کے پاس مال ہو۔ کہ وہ اس کی وجہ سے داد و دہش کرے اور لوگوں میں محبوب ہو۔ کیونکہ لوگ مالدار اور سخی انسان کی پردہ پوشی کرتے ہیں، چنانچہ لوگ کہا کرتے ہیں کہ روپیہ پیسہ اور مال و دولت آدمی کے لئے ستار العیوب ہے نوشیرواں نے سوال کیا کہ اگر یہ بھی نہ ہو تو کیا کرے۔ تو اس نے کہا کہ پھر اس کے لئے سکوت بہتر ہے۔ یعنی خاموش رہا کرے۔ تاکہ لوگ اس کی بُرائیوں اور عیوب سے واقف نہ ہوں۔ اس نے کہا کہ اگر یہ بھی نہ ہو تو کیا کرے، کہا کہ پھر ایسے شخص کے لئے مرنا بہتر ہے۔ واقعی بے عقلی کے بولنے سے تو مرنا بہتر ہے۔

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ عقل کی فضیلت اور برتری تمام کائنات میں مسلم ہے چنانچہ اس عقل ہی کی بدولت تمام چیزیں انسان کے تصرف میں ہیں چرواہا ایک ذرا سے ڈنڈے سے پورے گلہ کو آگے کر لیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ گلے بھینسیں وغیرہ نہ انسان کی جسامت اور ڈیل ڈول سے ڈر سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ خود اس سے کہیں زیادہ جسیم ہیں، اور نہ اُن کو اس کے گز بھر کے ڈنڈے کا خوف ہے۔ کیونکہ بڑے بڑے درخت وغیرہ ان کے سامنے ہوتے ہیں۔ مگر وہ کبھی کسی سے نہیں ڈرتے۔ معلوم ہوا کہ وہ انسان کی عقل سے ڈرتے ہیں۔ اور اسی لئے اس کے مطیع ہیں۔ جیسے کوئی بادشاہ ہو اور اپنے غلاموں سے پردے میں بیٹھا ہو کہ وہ اس کو نہ دیکھ رہے ہوں، مگر بادشاہ ان کو دیکھ رہا ہو۔ اب اگرچہ بادشاہ ان کے سامنے نہیں۔ مگر کبھی کبھی تصور اس کا بندھ جاتا ہے اور اس کا رُعب اور ہیبت طاری ہو جاتی ہے۔ اسی طرح عقل ہے کہ دکھائی نہیں دیتی۔ مگر اس کا تصرف سب پر چل رہا ہے۔ اور امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عقل منبع ہے علوم اور ادراکات کا۔ منبع کے معنی سرچشمہ کے ہیں، یعنی جس طرح چشمہ سے اہل حاجت سیراب ہوتے ہیں، اُسی طرح عقل ہے کہ اسی سے انسان علوم و کمالات کا حصول کرتا ہے۔ اور عقل مطلع ہے انوار و برکات کا۔ مطلع اُفق مشرق کو کہتے ہیں۔ جس طرح اُفق سے آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ اور عالم کو منور کرتا ہے۔ اسی طرح عقل بھی انوار و برکات کا اُفق ہے۔ اور عقل اساس العلوم ہے، یعنی علوم کی بنیاد ہے۔ اگر عقل نہ ہو۔ تو نہ دُنیا کی عمارت بنتی ہے نہ آخرت کی۔

علامہ ماوردی کی کتاب ادب الدُنیا والدین میں ایک حکایت نظر سے گذری۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عقل خدا تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ جن کی ذہانت و فطانت مُسلّم اور مشہور ہے۔ اُن سے کسی نے سوال کیا کہ جب قیامت کے روز اولین و آخرین میدان حشر میں جمع ہوں گے تو اتنے بے شمار آدمیوں کا حساب حق تعالیٰ کیسے لے لیں گے آپ نے فرمایا کہ جس طرح وہ اس وقت اپنی مخلوق کو رزق پہنچا رہا ہے اسی طرح اُس دن وہ سب کا حساب بھی لے لے گا۔ ہر شخص کو ہر جگہ رزق اپنے وقت پر پہونچ جاتا ہے۔ حالانکہ روئے زمین پر خدا کی بے شمار مخلوق آباد ہے۔ پس جو خدا بے شمار مخلوق کو بلا کسی غلطی کے رزق دیتا ہے۔ اسی طرح وہ سب کا بیک وقت بلا کسی غلطی کے حساب بھی لے لے گا۔ اسی طرح ایک دفعہ کسی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہٗ سے سوال کیا۔ کہ جب انسان مر جاتا ہے۔ تو اس کی روح کہاں چلی جاتی ہے۔ فرمایا کہ جب چراغ جلتا ہے۔ تو اس میں نور اور روشنی ہوتی ہے، بعد ازاں فرمایا کہ جب اس کو بجھا دیتے ہیں۔ تو بتلاؤ تو وہ نور کہاں چلا جاتا ہے۔ یہ جوابات عقل ہی کی بدولت ان حضرات کے ذہن میں آتے تھے۔

عقل کی حقیقت: یہاں تک عقل کی فضیلت کا کچھ مختصر سا بیان ہوا۔ اب اس کی حقیقت بھی سمجھ لیجئے کہ عقل ہے کیا چیز! ـ علماء نے اس کی حقیقت سے کلام کیا ہے۔ ایک گروہ نے تو یہ کہا ہے کہ اس کی حقیقت معلوم نہیں۔ لیکن جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ اس کی حقیقت معلوم ہے چنانچہ بعض نے کہا ہے کہ عقل جوہر لطیف ہے۔ یعنی ایک امر جوہری ہے۔ جو قائم بذاتہ ہے، یہ ایک اصطلاح ہے مطلب یہ ہے کہ ایک "امر عرضی" ہوتا ہے ایک "امر جوہری"۔ امر عرضی اس کو کہتے ہیں جو کسی دوسری چیز کے ساتھ پایا جائے جیسے سیاہی اور سفیدی کہ مثلاً کپڑے وغیرہ میں ہوتی ہے اور امر جوہری وہ ہے۔ جو خود اپنے وجود میں مستقل ہو۔ یعنی اپنے قیام اور وجود میں

کسی کا محتاج نہ ہو۔ پس عقل کی ایک تعریف تو یہ کی گئی ہے، کہ عقل ایک جوہر نورانی ہے، جس سے حقائق کا ادراک اور حق و باطل کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ اور کسی نے کہا کہ عقل ایک قوت و استعداد کا نام ہے۔ جس سے ادراک ہوتا ہے[۳] ایک تعریف حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے فرمائی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے انسان میں جو جو حواس خمسہ ظاہری پیدا فرمائے ہیں اُن میں سے سر کی آنکھ ظاہری اشیاء کو دیکھنے کے لئے پیدا کی ہے۔ اور ایک آنکھ اللہ تعالیٰ نے دل میں پیدا کی ہے، جس سے حق و باطل کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ اور اسی دل کی آنکھ کو عقل کہتے ہیں۔ جس سے حق و باطل کی رنگتوں کا فرق ظاہر ہوتا ہے

جس طرح آنکھ اگر رنگتوں کے فرق کو صحیح صحیح ادراک کرتی ہے۔ تو وہ آنکھ تندرست ہے، ورنہ وہ آنکھ بیمار ہے۔ اسی طرح عقل اگر حق و باطل کے فرق کو صحیح صحیح سمجھ رہی ہے۔ تو تندرست ہے۔ ورنہ وہ عقل بیمار ہے، اگر آنکھ سے ایک کے دو دو دکھائی دینے لگیں تو اس کو بھینگا کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر دل کی آنکھ سے کسی کو ایک اسلام کے دو اسلام اور ایک رسول کے دو رسول اور ایک قرآن کے دو قرآن نظر آنے لگیں تو سمجھ لو کہ اس کی آنکھ بھینگی ہو چکی ہے۔ اگر بینائی درست ہو۔ تو ایک نظر آنے لگے۔

آج کل عموماً لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ احکام اسلام کو ہم خود عقل سے سمجھ لیں گے۔ ان سے یہ کہنا ہے کہ یہ آپ کا فرمانا تو درست ہے۔ مگر ذرا ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم آپ کی عقل کو دیکھ لیں کہ وہ ٹھیک ہے یا نہیں۔ کیونکہ جس عقل کو حق و باطل کا فرق ہی ٹھیک نہ نظر آئے وہ عقل عقل ہی نہیں۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ یہ کیسے معلوم ہو کہ کسی شخص کی دل کی آنکھ درست ہے، سو اس کی مثال ایسی سمجھو کہ اگر کسی نابینا کے سامنے لذیذ کھانوں کا دسترخوان بچھا ہوا ہو۔ تو اس کو کچھ بھی معلوم نہ ہوگا۔ پس جس طرح اگر انسان کی ظاہری آنکھ درست ہو تو وہ لذیذ کھانوں اور انواع و اقسام کی چیزوں اور نعمتوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کی آنکھ ٹھیک ہے۔ اور اگر کسی کو کچھ معلوم ہی نہ ہو، تو اس کی آنکھ درست نہیں۔ اسی طرح اگر انسان کو اطاعت خداوندی کی طرف رغبت اور میلان ہے تو سمجھو کہ اس کے دل کی آنکھ درست ہے ورنہ دل نابینا ہے۔ اور اس کو علاج کرنا چاہیئے غرض جو معیار ظاہری آنکھ کی خرابی اور صحت کا ہے، وہی باطن کی آنکھ کا ہے۔ اگر کسی شخص کو سیاہ و سفید کا فرق نہ معلوم ہو تو اس کی ظاہری آنکھ خراب ہوتی ہے۔ اسی طرح جس شخص کو زنا اور نکاح میں فرق نہ معلوم ہو۔ اس کی باطن کی آنکھ خراب ہو گئی ہے جیسے کسی کو پانی اور پیشاب میں فرق نہ معلوم ہو اور گلاب اور سڑے ہوئے بدبودار پانی کو یکساں خیال کرے۔ تو ظاہر ہے کہ اس کی قوت شامہ اور ذائقہ مختل ہو چکی ہے۔ اسی طرح جس کو حق و باطل کا فرق محسوس نہیں ہو۔ تو اس کی عقل بیمار اور خراب ہے۔ غرض عقل اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے بڑھ کر کوئی عقلمند نہیں۔ اور امام احمد بن مسکویہ نے اس کی ایک دلیل عقلی بیان فرمائی ہے، وہ یہ کہ دیکھو دنیا میں بڑے بڑے بادشاہ اور اُمراء اور رؤسا اور سخی گذرے ہیں، جنہوں نے اپنی دولت کے خزانے لٹا دیئے۔ مگر پھر بھی کوئی شخص ان کا عاشق نہیں ہوا۔ اور انبیاء علیہم السلام کی یہ شان ہے کہ دو دو مہینے چولہا نہیں جلتا۔ مگر ایک نہیں ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں ان کے عاشقان جان نثار موجود ہیں یہ عشق عقل کے کمال ہی کی وجہ سے تو ہے

کسی بے عقل پر کوئی عاشق نہیں ہوا کرتا حضرات انبیاء کرام کی عقل کے کمال اور حسن و جمال ہی نے ان کو عاشق بنایا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کا ایک قصیدہ ہے جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت تو ختم ہو گئی مگر آپ پر محبوبیت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ لیلیٰ کا تو صرف ایک ہی عاشق سنا گیا ہے اور یہاں تو سارا عالم ہی عاشق ہے۔ آج چودہ سو برس کے بعد بھی آپ کے عاشقوں سے عالم بھرا پڑا ہے۔ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ شریعت کی باتیں ہماری عقل میں نہیں آتیں۔ اور یہی ان کی بے عقلی کی دلیل ہے۔ کیونکہ انہوں نے حقیقت کو سمجھا ہی نہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے لکھا ہے کہ شریعت کی باتیں خلاف عقل نہیں بلکہ فوق العقل ہیں۔ خلاف عقل وہ بات ہوتی ہے۔ کہ وہ عقل میں آجاوے اور عقل اس پر حاوی ہو جاوے۔ اور پھر وہ اس بات پر یہ حکم لگائے کہ یہ درست ہے۔ یا غلط ہے۔ لیکن فوق العقل کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کا حکم عقل سے اتنا بلند اور بالا ہے۔ کہ عقل کی وہاں تک رسائی ہی نہیں۔ اور جب رسائی ہی نہیں۔ تو عقل اس پر کیسے حکم لگا سکتی ہے! غرض اس فرق کو خوب سمجھ لینا چاہئے۔

عقل کا محل وقوع

اب میں یہ بتاؤنگا کہ عقل کا محل وقوع کیا ہے یعنی عقل جسم انسانی میں کس جگہ ہے۔ سو اس کی تعریف میں امام شافعیؒ کا قول ہے کہ

آلَةُ التَّمْيِيزِ وَالْاِدْرَاكِ — یعنی وہ دو چیزوں میں شناخت کرنے اور ادراک کرنے کا آلہ ہے۔

اور حارث محاسبی نے کہا ہے کہ عقل ایک قوت غریزیہ طبعیہ کا نام ہے۔ جو خدا نے انسان میں ودیعت رکھی ہے کہ وہ اس کے ذریعے ادراک کرتا ہے۔ اور اشیاء کے فرق کو معلوم کرتا ہے، جس کی وجہ سے وہ دیگر حیوانات سے ممتاز ہے۔ اس تعریف کی بناء پر عقل عرض ہوئی نہ کہ جوہر۔

اور بعض علماء نے اس کی تعریف میں کہا ہے کہ:-

مَا عَقَلَ الْاِنْسَانَ عَنِ السَّيِّئَاتِ
وَحَضَّ الْقَلْبَ عَلَى الْحَسَنَاتِ

جو انسان کو برائیوں سے باز رکھے اور دل کو اچھے کاموں پر ابھارے۔

عقل کے معنی روکنے کے ہیں، اسی لئے "عقال" رسی کو کہتے ہیں، کیونکہ وہ حرکت کرنے سے روک دیتی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ عقل اس قوت کا نام ہے۔ جس کے ذریعے سے انسان اچھے برے کا فرق معلوم کرے کہ نفع و ضرر میں اور لذت والم میں تمیز کر لے۔

بعض حکماء نے کہا کہ عقل ایک چراغ ہے کہ جس کے ذریعے سے انسان کی جہالت کی ظلمت دور ہو جاتی ہے۔ اور وہ ایسا روشن چراغ ہے کہ اگر وہ خارج میں محسوس طریق پر موجود ہوتا۔ تو اس کی روشنی کے آگے آفتاب کی روشنی ماند ہو جاتی ہے کیونکہ جہل کی ظلمت رات کی تاریکی سے کہیں بڑھ کر ہے۔ تو آفتاب سے تو رات کی تاریکی دور ہوتی ہے اور اس سے جہالت کی ظلمت دور ہوتی ہے۔

علم اور عقل میں فرق:- اللہ نے انسان کو عقل دی ہے ادراک کرنے کے لئے، اس سے بعض لوگوں کو یہ دھوکہ

ہو گیا ہے۔ کہ علم اور عقل ایک ہی شئے ہے حالانکہ یہ غلط ہے، میرے اُستاد فرماتے تھے کہ عقل اور علم میں فرق ہے۔ اور اس کی توضیح کے لئے مثال دیتے تھے۔ کہ جیسے ایک آئینہ ہے جس میں باہر کی چیزیں منعکس ہو جاتی ہیں۔ اور ایک نقشہ ہے کہ وہ کسی کاغذ وغیرہ پر کھینچا ہوا ہے، مثلاً ہم کو یہاں سے اسٹیشن جانا ہے اور ہم روانہ ہوگئے۔ تو عقل کے اندر راستہ کا ایک نقشہ موجود ہے کہ مثلاً راستہ میں پہلے ایک بازار آئے گا۔ پھر اس سے نکل کر ایک چوڑی سڑک آجائے گی آگے چل کر ایک حلوائی کی دوکان ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو اب سمجھئے کہ یہ نقشے جو انسان کے ذہن میں کھنچے ہوتے ہیں۔ یہ تو علم ہے۔ اور عقل آئینہ ہے جس میں یہ تمام نقشے محفوظ ہیں۔ مگر ایک دوسرے کے ساتھ ملتبس اور گڈمڈ نہیں ہوتے۔ غرض یہ تو عقل کی تعریف تھی جس میں مختلف عنوانات بیان ہوئے،

عِبَادَاتُنَا شَتّٰی وَحُسْنُکَ وَاحِدٌ وَکُلٌّ اِلیٰ ذَاکَ الْجَمَالِ یُشِیْرُ

یعنی اگرچہ ہماری عبارتیں اور ہمارے عنوانات و تعبیرات مختلف ہیں۔ مگر محبوب کا حسن تو ایک ہی ہے۔ لہٰذا ہر شخص اسی حسن و جمال کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ:

مَا قَسَمَ اللّٰہُ لِعِبَادِہٖ خَیْرًا مِّنَ الْعَقْلِ یعنی اللہ نے اپنے بندوں کو عقل سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں عطا فرمائی۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ تو حضرت جبریل علیہ السلام ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں تین چیزیں لے کر حاضر ہوا ہوں۔ ان میں آپ ایک کو پسند کر لیجئے، پوچھا کہ وہ تین چیزیں کیا ہیں؟ کہا کہ علم۔ عقل۔ دین۔

حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ میں ان میں سے عقل کو لیتا ہوں، جب اُنہوں نے عقل کو لے لیا۔ تو جبریلؑ نے علم اور دین سے کہا۔ تم واپس چلو۔ کیونکہ تم میں سے تو کسی کو قبول نہیں کیا گیا۔ مگر انہوں نے جواب دیا کہ اب ہم واپس نہیں جا سکتے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا یہ حکم ہے۔ کہ ہم عقل سے جدا نہیں ہو سکتے۔ غرض جب عقل آتی ہے۔ تو دین اور علم کو ساتھ لے کر آتی ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے چار مخلوقات پیدا فرمائیں۔ ملائکہ۔ حیوانات۔ بہائم۔ انسان و جنات، ملائکہ تو عقول محض ہیں بلا شہوت اور بہائم شہوات محض ہیں بلا عقل۔ لیکن انسان اور جنات میں خدائے تعالیٰ نے ان دونوں کو جمع فرمایا۔ لہٰذا اگر انسان نے شہوات کو عقل کا غلام بنا لیا۔ تو یہ ملائکہ سے بھی بڑھ گیا۔ اور عقل کو شہوتوں کا غلام بنا لیا تو بہائم و حیوانات سے بھی گر گیا

کسی حکیم کا قول ہے۔ کہ جو عقل غلام بن جائے نفسانی خواہشوں کی، اس کی مثال اسیر اور قیدی کی سی ہے۔ اور خواہش نفسانی اس پر حاکم اور امیر ہیں، حالانکہ حق تعالیٰ نے عقل کو بادشاہ اور نفسانی خواہشوں کو غلام اور رعیت بنایا تھا۔ مگر انسان اپنی نالائقی سے ان کا غلام بن جاتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے عقل کو بادشاہ بنایا اور نفس بمنزلہ کتے کے ہے۔ جس طرح کتا گندی اور نجس چیزوں کو کھاتا اور پسند کرتا ہے اسی طرح نفس کا میلان بھی معاصی کی طرف ہوتا ہے۔ اور عقل ہمیشہ پاکیزہ اور پسندیدہ اشیاء کی

طرف بڑھتی ہے، اور پسند کرتی ہے۔ ترکتے کا حکم یہ ہے۔ کہ اگر اس کو سکھا کر اپنا غلام بنا لو، تو اس کا پکڑا ہوا شکار کھانا حلال ہے ورنہ نہیں، اسی طرح اگر نفس کو غلام بناکر اور مطیع بنا کر رکھو، تو اس سے کام لیا جا سکتا ہے، اور اس کا وجود مفید ہے، ورنہ نہیں۔ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ جس دن ان کی کہیں دعوت وغیرہ ہوتی اور کھانا عمدہ کھاتے تو ساری رات جاگتے اور خوب عبادت فرماتے۔ کسی نے سوال کیا کہ حضرت یہ کیا بات ہے۔ فرمایا کہ جب گدھے کو چارہ زیادہ دیا جاتا ہے۔ تو اس سے کام بھی زیادہ لیا جاتا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو عقل سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں بخشی۔ لوگ کہتے ہیں کہ آجکل ترقی ہو رہی ہے، مگر غور سے دیکھا جائے تو یہ موجودہ ترقی عقل کی ترقی نہیں، بلکہ نفسانی خواہشوں کی ترقی ہو رہی ہے۔ اور عقل انہی خواہشات کی غلام بنی ہوئی ہے۔ اور جب عقل ہی غلام بن گئی۔ تو پھر دین بھی گیا اور مروت بھی گئی، سب گیا۔ چنانچہ آج کل اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ کہ خود غرضی اور نفس پروری ترقی پر ہے۔ نفس کہتا ہے کہ خوب کماؤ اور خوب ساز و سامان جمع کرو، دولت اکٹھی کرو، نہ حلال کی فکر کرو نہ حرام کی۔ بس دولت جمع کرو۔ مگر عقل کا تو یہ تقاضا نہیں، عقل تو کہتی ہے کہ بے شک مال و دولت جمع کرو مگر حلال و حرام کا لحاظ رکھ کر۔ انبیاء علیہم السلام کا دین اور شریعت انسان کو عقل پر چلنے کا حکم دیتے ہیں۔ اور موجودہ تمدن خواہشات نفسانی پر چلنے کی تلقین کرتا ہے۔ اور جنات اور شیاطین کی صفت ہے، مکر و حیلہ۔ آج کل یہی چیزیں روبہ ترقی ہیں۔ گویا شیطنت کو ترقی ہو رہی ہے اور عقل پر خنجر چل رہے ہیں۔ نفس کی خوب پرورش ہو رہی ہے، اور عقل اور دین کو پس پشت ڈال رکھا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگ نفس اور عقل میں فرق نہیں کرتے۔

عقل کا محل:- اس کے بعد علماء نے اس بارے میں کلام کیا ہے کہ عقل کا محل اور اس کا جائے وقوع کہاں ہے؟ اس کا بھی کچھ مختصر بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عقل انسانی دل میں رہتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا۔ ان کے دل تو ہیں، مگر وہ ان سے سمجھتے نہیں،

اور حنفیہ اور حنابلہ نے فرمایا کہ عقل کا محل دماغ ہے۔ اور دلیل یہ ہے کہ اگر انسان کے دماغ پر کاری ضرب لگ جائے تو اس سے عقل جاتی رہتی ہے اور حکماء اور فلاسفہ نے کہا ہے کہ عقل انسانی روح میں ہے۔ جس طرح روح انسان کے سارے بدن میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ اور جس طرح بدن کی زندگی روح سے ہے۔ اسی طرح روح کی زندگی عقل سے ہے، اور حضرت مولانا شاہ محمد انور صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ عقل کا مقام دماغ ہے۔ کیونکہ دماغ خراب ہو جانے سے عقل بھی جاتی رہتی ہے، مگر میرے نزدیک ان دونوں اقوال میں کوئی تعارض اور اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ ان میں تطبیق اس طرح پر ہے کہ یوں سمجھئے کہ عقل کا سرچشمہ اور منبع یعنی اس کے ابلنے کی جگہ تو قلب انسانی ہے اور اس کا خزانہ۔ جہاں جا کر یہ عقل جمع ہوتی ہے۔ وہ دماغ انسانی ہے۔

عقل کی اقسام:- اس کے بعد عقل کی قسمیں بھی سن لیجئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ کہ عقل دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک عقل فطری وطبعی ہوتی ہے۔ یعنی خدا نے انسان کے اندر مادہ ادراک اور فہم کا رکھا ہے۔ اور ایک عقل

تجرّبی ہوتی ہے۔ یعنی جیسے انسان کو کسی کام کے کرتے کرتے اس میں مختلف قسم کے نشیب فراز سے گزرنا پڑتا ہے اور اس سے انسان کو عقل آجاتی ہے۔ کسی نے بادشاہ کو نصیحت کی کہ مشورہ نوجوانوں سے بھی کرو اور بوڑھوں سے بھی کیونکہ جوانوں کی عقل تازہ ہوتی ہے، اور اس میں تیزی اور فطانت ہوتی ہے اور بوڑھوں کو تجربہ ہوتا ہے۔ اس طرح عقل طبعی اور عقل تجربی دونوں جمع ہوجائیں گی۔ جاننا چاہیئے کہ عقل نام ہے ایک نور کا جو انسان کے اندر ہوتا ہے۔ اور دین اور شریعت بمنزلہ آفتاب کے ہے۔ پس اگر اندر کا نور صحیح ہے، تو شریعت کے آفتاب سے عقل مستفید ہوگی۔ ورنہ اس کے لیے بے فائدہ ہے۔ جیسے نابینا کے لئے آفتاب کی روشنی بے کار ہے۔ اسی کو کسی نے عربی میں اس طرح کہا ہے۔

رأیت العقل عقلین　فمطبوع ومسموع
عقل کی دو قسمیں ہیں۔ ایک طبعی اور ایک سمعی

ولا ینفع مسموع　اذا لم یک مطبوع
عقل سمعی اس وقت تک نافع اور مفید نہیں جب تک کہ عقل فطری اور طبعی اس کے ساتھ نہ ہو۔

کما لا تنفع الشمس　وضوء العین ممنوع
جیسا کہ آفتاب کی روشنی اس وقت تک مفید نہیں ہوتی جب تک کہ آنکھ میں روشنی نہ ہو۔

نانوتہ میں ایک مولانا احمد حسن صاحب تھے۔ وہ نظم کا ترجمہ نظم میں اور نثر کا نثر میں کرتے تھے۔ انہوں نے ان اشعار کا ترجمہ بھی کیا۔

دو ہیں عقلیں میرے نزدیک اے پسر　ایک طبعی ایک سمعی یاد کر
فائدہ سمعی سے کچھ ہوتا نہیں،　جب نہ ہو طبعی کا دل میں کچھ اثر
جیسے سورج سے نہیں کچھ فائدہ　گر نہ ہوئے آنکھ میں نورِ بصر

حضرات عقل اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، جس کا انسان کو شکر ادا کرنا چاہیئے۔ اور اس کا شکر یہی ہے، کہ انسان اپنے مولائے حقیقی کی اطاعت اور فرمانبرداری کرے اور اس کے کاموں میں لگا رہے۔ اُس کے احکام سے انحراف بے عقلی ہے۔

ایک دفعہ ایک بدو کسی بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اس سے سوال کیا کہ تمہارا بادشاہ کون ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ عمرؓ اس نے سوال کیا "کَیْفَ اَمِیْرُکُمْ"؟ یعنی تمہارا بادشاہ کیسا ہے؟ بدو نے نہایت جامع اور مانع جواب دیا۔ اور کہا "اَمِیْرُنَا لَا یَخْدَعُ وَلَا یُخْدَعُ" ہمارا امیر ایسا ہے۔ کہ جو کسی کو دھوکا دیتا ہے۔ نہ کسی سے دھوکا کھاتا ہے۔ اس نے ایک جملے میں ان کی پرہیزگاری اور تقویٰ کا بیان کر دیا۔ اور دوسرے میں اُن کے کمال عقل کو کہ کسی کو دھوکا نہ دینا یہ کمال دیانت ہے اور کسی سے دھوکا نہ کھانا یہ کمال عقل ہے۔ حکومت چلانے کے لئے ان ہی دو اوصاف کی ضرورت ہے۔

اب اللہ تعالیٰ سے دُعا کرو کہ خدا تعالیٰ ہم کو ایسی عقل دے۔ جو ہم کو دین کی طرف اور خدا کی طرف لے جائے، اور ایسی عقل سے بچائے۔ جو ہم کو دُنیا کی طرف اور چالاکیوں اور چھل فریب کی طرف دھکیلے۔